Majallah-e-Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 31, Sr.No.80, 2010, pp 163 - 180

مجلہ تحقیق
مجلۂ کلیۂ علوم شرقیہ
جلد ۳۱، جولائی۔ستمبر ۲۰۱۰ء، شمارہ ۸۰

فارسی شاعری میں طنز و مزاح کی روایت

ڈاکٹر محمد اقبال شاہد☆

Abstract:

The term "Satire" is used for a piece of writing either in Prose or in Poetry, which makes fun of particular people, events or things. It gives the meanings of ridicule and mockery to laugh at a person, an event or a thing but the same time awakes the inners towards the social customs and traditions and provides the chance to follow the social and moral values.

The history of Satire "Tanzo-Mazah" is as old as the Persian Literature. It started even in the period of old Persian Languages "Farsi Bastan" and Avistai".

In this article the study of the satire has been made from its beginning to contemporary period.

Keywords: Persian Literature, Satire, Ridicule, Mockery in Persian poetry.

آنسو اور مسکراہٹ معاشرتی انسان کی سرشت میں گندھے ہوئے ہیں۔ تزکیہ نفس (کتھارسز) کے لیے المیہ (ٹریجڈی) اور طربیہ (کامیڈی) دونوں کی اپنی اپنی اہمیت ہے اور کامیڈی شاید زیادہ مشکل فن ہے کیونکہ کامیڈی یا طنز مزاح کا محل المیہ (ٹریجڈی) پر استوار ہے۔ یعنی دوسروں کی مسکراہٹ کے لئے اپنے ہی آنسوؤں کے سمندر کو عبور کرنا ہوتا ہے اور اس کے لیے زندگی کے تغیرات و انقلابات کے ساتھ گہرے معاشرتی شعور اور مشاہدے کی ضرورت ہے۔

☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہء فارسی، اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی لاہور

فارسی ادب میں طنز و مزاح(۱) کی روایت بھی اتنی ہی پرانی ہے جتنی یہ زبان اور ثقافت، البتہ فارسی شاعری میں طنز و مزاح کا آغاز بھی عربی شاعری کی پیروی میں بابائے شعر فارسی رودکی سمرقندی (۔۳۴۹ھ/۶۴۱ء) سے ہوا۔ رودکی کے طنز و مزاح کا بنیادی وصف سادگی اور عدم تصنع ہے اور اس کی ہجو میں بھی متانت اور واقعیت پائی جاتی ہے۔(۲) تاہم حضرت اپنے گھوڑے کی ہجو گوئی سے بھی باز نہیں آئے:

بودا عورو کوسج و لنگ و پس من
نشسته بروچون کلاغو بر اعور
چرخ فلك هرگز پیدا نکرد
چون تو یکی سفلۀ دون وژکور
خواجه ابوالقاسم از ننگِ تو
برنکند سر بقیامت زگور (۳)

ایک اور جگہ اپنے مخالف کو ایسے شیر سے تشبیہ دیتا ہے جس کی نسل شیطان سے ہو:

ضیغمی، نسل پذیرفته ز دیو
آهویی، نام نهاده یکران (۴)

سامانی دور کے ہی معاصرِ رودکی سمرقندی، ابوطیب محمد بن خاتم مُصعبی کو دنیا کی مذمت میں کہے جانے والے سب سے پہلے قطعے کا خالق سمجھا جاتا ہے:

جهانا! همانا فسوسی و بازی
که برکس نپائی و باکس نسازی (۵)

غزنوی دور کے ابوالحسن علی منجیک ترمذی (چوتھی صدی ھجری/ دسویں صدی عیسوی) کے اپنے قولِ فیصل کے مطابق آدم سے لیکر اس کے اپنے دور تک شاید ہی کوئی ایسا شخص ہوگا جس کی منجیک نے نام لے کر ھجو نہ کہی ہو:

از آدم اندرون زتبارك کسی نماند
کُو را هجا نکردست منجیك نام نام (۶)

فردوسی طوسی (۔۴۱۱ھ یا ۴۱۶ھ) نے جو دنیا کی سب سے بڑی رزمیہ مثنوی ''شاھنامہ'' کے خالق ہیں، شاہنامہ کے مختلف کرداروں کی زبانی طنز و مزاح و ھجو کے عمدہ اشعار تخلیق کئے ہیں۔ مثال کے طور پر ایرانی فوج کا سپہ سالار، لشکرِ اسلام کے نام خط میں کہتا ہے:

بمن باز گوی این که شاهِ تو کِیست
چه فردی و آئین و راهِ تو چیست؟
به نزد که جوی همی دستگاه
برهنه سپهبد، برهنه سپاه

جواب میں اسلامی لشکر کا لہجہ بھی اتنا ہی تُند و تیز ہے:

شما را به مردانگی نیست کار
همان چون زنان رنگ و بوی و نگار
هنرتان به دیباست پیراستن
دگر نقشِ بام و در آراستن (۷)

محمود غزنوی کی ھجو میں کہے جانے والے اشعار کی تائید اور تردید میں اگرچہ متعدد مضامین اور کتب لکھی جاچکی ہیں اور اس کا ذکر یہاں طولِ کلام کا باعث ہوگا (۸) تاہم درج ذیل اشعار میں فردوسی کی طنز کی شدت اور پُرکاری و ہنرمندی ملاحظہ ہو:

پرستار زاده نیاید بکار
دگر چند باشد پدر شهریار
وگر مادرِ شاه بانو بدی
مراسیم و زرتابه زانو بدی
ازان گفتم این بیت های بلند
که تاشاه گِیرد ازین کار پند
که شاعر چو رنجد بگوید هجا
بماند هجا تا قیامت بجا (۹)

غزنوی دور کے دوسرے بڑے شعرأ، فرخی سیستانی(۔۴۲۹ھ)(۱۰)، عنصری(۔۴۳۱ھ)(۱۱)، غضایری اور منوچہری(۔۴۳۲ھ)(۱۲) کے ہاں طنز و ھجو بہت کم نظر آتی ہے۔ اسی دور کے مسعود سعد سلمان(۔۵۱۵ھ/۱۱۲۱ء) کے کلام میں ھجو و طنز کا بالکل جدا اسلوب پایا جاتا ہے۔ اس کے جیسے قصائد میں طنزِ خفی پوری آب و تاب کے ساتھ موجود ہے:

ای فلک نیك دانمت آری
کس ندیدست چون تو غداری
جامه ای بافیم همی هر روز
از بلا پود و از عنا تاری
گر دری یابیم، زنی بندی
ورگُلی بینیم، نهی خاری
بنده مسعود سعد سلمان را
بیهده در سپرد مکاری
که نکرده ست آنقدر جُرمی
که بُرد بلبلی به منقاری (۱۳)

اسی طرح ''حصارنائ'' میں کہتا ہے:

گردون چه خواهد از من بیچارهٔ ضعیف
گیتی چه خواهد از منِ درماندهٔ گدای
گرشیر شرزه نیستی ایِ فضل کم شِکر
ور مارِ گرزه نیستی ای عقل کم گزای
ای محنت ار نه کوه شدی ساعتی برو
وی دولت ار نه باد شدی لحظه ای بپای
مسعود سعد دشمنِ فضل است روزگار
این روزگارِ شیفته را فضل کم نمای(۱۴)

سلجوقی عہد شیطان کی آنت کی طرح دراز ہے اور اس میں طنز و مزاح کی روایت بھی اتنی ہی طویل ہے۔ ہجو اس عہد میں باقاعدہ موضوع اور صنفِ سخن کی طرح پائی جاتی ہے اور اکثر شعرأ نے اس میں طبع آزمائی کی ہے۔ شاید ہی کوئی ایسا شاعر ہو جس نے اس دور کی اجتماعی اور معاشرتی حالت پر طنز نہ کی ہو۔

اسعدی گرگانی، ابوبکر اسماعیل ارزقی، ناصر خسرو، عثمان مختاری، عمر خیام، عمعق بخارایی، سنائی، حسن غزنوی، جمال الدین اصفہانی، ظہیر فاریابی، خاقانی اور نظامی گنجوی سبھی نے حسب استطاعت اپنے مخصوص انداز میں ہجویں کہیں اور طنز و مزاح لکھا ہے؛ لیکن اس دور کی مہستی گنجوی (دورۂ سنجر) نے عورت ہو کر جس بے باکی سے طنزیہ اور بعض اوقات فحش اشعار کہے ہیں، زنِ میدان ثابت ہوئی، مہستی گنجوی کی رباعی اور اشعار فنی اعتبار سے خیام سے کم درجہ نہیں ہیں اور وہ فصاحت و بلاغت کے باغ کی بے حد خوش نوا بلبل ہے؛ درج ذیل قطعہ میں مہستی کے الفاظ کا چناؤ، موسیقی اور بندش ملاحظہ ہو:

کاشکی انگشتوانش بودمی
تا در انگشتش همی فرسودمی
تا هر آنگاهی که تیر انداختی
خویشتن را کج بدو بنمودمی
تا به دندان راست کرده او مرا
بوسه ای چند از لبش بر بودمی (۱۵)

مہستی نے مختلف اھلِ حرفہ مثلاً کلاہ دوز، جولاھا، قصاب، خطیب اور موچی وغیرہ کے لئے رباعیات کہی ہیں۔ یہ رباعیات درحقیقت اس عہد کے معاشرتی مسائل اور نکتہ ھای ضعیف پر انگشت نمائی ہے۔ بہرحال قصاب کے بیٹے اور خطیب گنجہ کے لڑکے کے ساتھ عشقیہ داستانیں اور رباعیات لطف سے خالی نہیں ہیں:

آن کودکِ قصاب دکان میآراست
ایستاده بودند مردمان از چپ و راست

دستی بکفل زد و خوش و خوش می گفت
احسنت زهی دنبه فربه که مراست(۱۶)

☆☆☆

ای پور خطیب گنجه پندی بپذیر
برتختِ طرب نشین بکف ساغر گیر
از طاعت و معصیت خدا مستغنی ست
داد دلِ خود تو از می و دلبر گیر (۱۷)

☆☆☆

قصاب یکی دنبه برآورد ز پوست
دردست گرفت و گفت واه واه چه نکوست
با خود گفتم که عنایتِ حرصش بین
با این همه دنبه، دنبه می دارد دوست (۱۸)

ایلخانی اور تیموری دور قتل و غارت، بدامنی اور ویرانی کے ادوار اشمار کئے جاتے ہیں۔ ان ادوار میں ہجوگوئی کم ہوئی اور معاشرتی مسائل پر طنز و مزاح عروج تک پہنچ گیا۔ مولانا جلال الدین رومی، حافظ شیرازی اور سعدی شیرازی ایسے بڑے شعرا نے اپنے مخصوص اسلوب میں طنز و مزاح کے شاہکار تخلیق کئے۔

جلال الدین مولوی رومی (۶۷۲ھ) کی مثنوی معنوی تمثیل نگاری کے شہ پاروں کا مرقع ہے؛ اور بلاشبہ رومی حکایات و واقعات سے حکیمانہ اور ظریفانہ نکات اخذ کرتے ہیں۔ درج ذیل حکایت میں لطافت ملاحظہ ہو:

کودکی در پیشِ تابوتِ پدر
زار مینالید و بر می کوفت سر
کای پدر آخر کجا ات می برند
تا تُرا در زیر خاکی بفشرند

می برندت خانه تنگ و زحیر
نی درو قالی و نه در وی حصیر
نی چراغی در شب و نه روز نان
نی درو بوی طعام و نه نشان
نی درِ معمور نی در بام راه
نی یکی همسایه کو باشد پناه
گفت جوحی با پدر "ابله مشو"
گفت، ای بابا نشانی ها شنو (۱۹)

سعدی شیرازی (۶۹۰ھ) کی گلستان، فارسی نثر کا ایسا نمونہ ہے جس کی پیروی ہوتی رہی اور ہمیشہ ہوتی رہے گی۔ گلستان میں سے طنز و مزاح کے چند نمونے ملاحظہ ہوں:

"نا خوش آوازی ببانگِ بلند قرآن همی خواند، صاحبدلی بر او بگذشت، گفت: تو را مشاهره چند است؟ گفت: هیچ، گفت: پس چرا زحمتِ خود همی دهی؟ گفت: از بهر خدا می خوانم، گفت: از بهر خدا مخوان"۔(۲۰)

ایک شخص کی خوبصورت بیوی مرگئی اور بوڑھی ساس حقِ مہر کی وجہ سے گھر میں رہ گئی۔ اس کے دوست تعزیت کے لئے آئے ایک نے پوچھا: چگونه ای در مفارقتِ یار عزیز؟ اس نے جواب دیا: نادیدن زن برمن چنان دشوار نمی نماید که دیدنِ مادر زن۔(۲۱)

بوستان میں بھی طنز کے اعلیٰ نمونے موجود ہیں:

یکی پادشاه زاده در گنجه بود
که دور از تو نا خلف و سر پنجه بود
به مسجد در آمد سرایان و مست
می اندر سر و ساتگینی به دست (۲۲)

درج بالا اشعار میں گنجہ کے بادشاہ زادے کے رویے پر طنز کیا گیا ہے۔ ذیل کی حکایت

جو ''طبیب اور کُرد'' کے بارے میں ہے لطف سے خالی نہیں۔ یاد رہے کہ ''کُرد'' بسیار خوری کی وجہ سے مشہور ہیں:

شبی کُردی از دردِ پہلو نخفت
طبیبی در آن ناحیت بود و گفت
از این دست کو برگ رز می خورد
عجب دارم از شب بپایان برد
که در سینه پیکانِ تیرِ تتار
به از نقلِ مأکولِ ناسازگار
گر افتد به یك لقمه در روده پیچ
ہمه عمرِ نادان برآید بھیچ
قضا را طبیب اندر آن شب بُمرد
چہل سال از این رفت و زنده ست کُرد (۲۳)

ایک شخص سعدی کا کلام سن کر متاثر ہوا لیکن تعریف میں بُخل سے کام لیا اور کہا کہ سعدی پند و نصیحت کے اشعار خوب کہتا ہے لیکن رزمیہ شعر کہنے سے قاصر ہے سعدی رنجیدہ ہو کر اس طرح گویا ہوا:

توانم که تیغ زبان برکشم
جہانی سخن را قلم در کشم
بیا تا درین شیوه چالش کنم
سرِ خصم را سنگ بالش کنم (۲۴)

حافظ شیرازی (۷۹۲ھ) نے ھجویات کم کہی ہیں۔ زھدِ خشک اور ریاکاری کے خلاف شدید اور لطیف طنز حافظ کی غزلیات میں جابجا موجود ہے:

نقد صوفی نه ہمه صافیِ بیغش باشد
ای بسا خرقه مستوجبِ آتش باشد

صوفی ما که ز وردِ سحری مست شدی
شامگاہش نگران باش که سرخوش باشد (۲۵)

☆☆☆

واعظان کین جلوه بر محراب و منبر می کنند
چون به خلوت می روندآن کار دیگر می کنند (۲۶)

حضرت عبید زاکانی (۔۷۷۱/۷۷۲ھ) کا نام طنز و مزاح سے زیادہ ھزل گوئی کی وجہ سے پہچانا جاتا ہے۔ اسی بناء پر اسے ھجو گو جہنمی کا لقب دیا گیا ہے۔ عبید ایک حساس اور صاحبِ شعور شاعر تھا، معاشرے میں موجود فسق و فجور سے ھم آھنگ نہ ہوسکا اور معاشرتی برائی اور بگاڑ کو اصلی صورت میں بیان کردیا جس کی وجہ سے زیادہ بدنام ہوگیا وگرنہ اس کی شاعری عظیم مقصدیت کی حامل ہے۔ مثنوی عشاق نامہ، موش وگربہ اور رسالہ اخلاق الاشراف اس کی طنزیہ وھزلیہ گوئی کے شاہکار ہیں۔ (۲۷)

صفوی دور میں شاہانِ صفوی کی توجہ شعر گوئی سے زیادہ مذہب کی طرف ہوگئی۔ اسی دور میں ہندی فرمانرواؤں کی شاعر نوازی اور ادب دوستی کا چرچا ہوا، فارسی شعراء اور ادیب دربارِ ہند میں جمع ہوئے اور ہند فارسی زبان و ادب کا مرکزِ عظیم بن گیا۔ ایسی رغبت انگیز اور موافق فضا میں شاید ہی کوئی صاحبِ دل ایرانی اور شاعر ہوکہ جو بقول صائب ہند کے سفرِ خیال پرور کی آرزو نہ کرتا ہو:

ھچو عزمِ سفر ہند کی در ھر دل ہست
رقصِ سودای تو در هیچ سری نیست که نیست

اس طرح سید جمال الدین عرفی شیرازی (۔۹۹۹ھ/۱۵۹۱ء)، نظیری نیشاپوری (۔۱۰۲۱۔۱۶۱۳ء)، ظہوری ترشیزی (۔۱۰۲۴ھ/۱۶۱۵ء)، طالب آملی (۔۱۰۲۶ھ/۱۶۱۷ء)، قدسی مشہدی (۔۱۰۵۶ھ/ ۱۶۴۷ء)، سلیم تہرانی (۔۱۰۵۷ھ/ ۱۶۴۷ء)، کلیم کاشانی (۔۱۰۶۱ھ/۱۶۵۱ء)، صائب تبریزی (۔۱۰۸۶ھ/۱۶۷۶ء) اور حزین لاھیجی (۔۱۱۸۰ھ/۱۷۶۶ء) جیسے ایرانی شعراَ نے مغلیہ دربار میں سخن سرائی کی۔ اس کے ساتھ ساتھ مقامی شعراَ نے بھی فارسی زبان میں اشعار کہے

اور کتب تخلیق کیں۔ فارسی نژاد شعرأ چونکہ اپنی فارسی دانی پر نازاں تھے اور مقامی شعرأ کو خاطر میں نہیں لاتے تھے اس صورت حال میں طنز نگاری، ہجوگوئی اور تنقید کا تخلیق ہونا ضروری تھا۔ اس کی سب سے بڑی مثال حزین لاھیجی اور سراج الدین علی خان آرزو (۔۱۱۹۶ھ/۱۷۵۵ء) کے معرکے ہیں(۲۸) قاجاری دور ایران میں سیاسی، اقتصادی اور اجتماعی ابتری کا دور تھا۔ جس کی وجہ سے تحریک مشروطیت شروع ہوئی اور بالآخر ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء میں مظفر الدین شاہ کے دستخطوں سے منظور ہوئی۔ یہ تحریک دراصل ایرانی معاشرہ کی سیاسی و معاشرتی بیداری کی دستاویز ثابت ہوئی اور ایرانی یورپی ملکوں کی طرف متوجہ ہوئے، سیاسی، تعلیمی، صنعتی اور اقتصادی روابط بڑھے اور اس کے نتیجے میں جدید علوم، سفر نامہ نویسی، اخبارات اور تراجم نے رواج پیدا کیا۔(۲۹)

میرزا محمد صادق امیری ''ادیب الممالک فراهانی'' (۔۱۳۳۵ھ) نے صحافی اور شاعر کے حیثیت سے شہرت پائی۔ اس کے ہاں وطینت کے موضوعات اور اصلاحِ معاشرہ کے لیے خوبصورت طنز موجود ہے۔کہنہ پرست ادیبوں سے مخاطب ہوکر کہتا ہے:

ای ادبأ تا به کی معانی بی اصل
می بتراشید ابجد و کلمن را؟
ای شعرأ چند هشته در طبق فکر
لیمویِ پستانِ یار و سیب ذَقَّن را؟
ای عرفأ چند گسترید دین راه
دانۀ تسبیح و دامِ حیله و فن را؟ (۳۰)

ملک الشعرأ بہار (۔۱۳۳۰ھ) کے ہاں اخبار نویسی اور شاعری دونوں میں ملکی مسایل پر طنز کے عمدہ نمونے موجود ہیں۔ آرمان شاعر اور دماوندیہ نظموں کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

دادِ دل فیلسوف نالان را
زین اخترِ زشت خیره سر گیرم
پیشِ غم دهر و تیر بارانش
این عیشِ تباه را سپر گیرم

آن کودکِ اشکریز را نفسی
از خنده به پیش چشمِ تر گیرم
☆☆☆
ای دیو سپید پای در بند
ای گبند گِتی ای دما وند (۳۱)

ایرج میرزا (۔۱۳۰۴ش)، شاعر طنز و انتقاد کے طور پر معروف ہیں اُن کے ہاں سیاسی اور معاشرتی طنز پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر ہے "مرگِ ضعیف" اور "قلبِ مادر" سے چند اشعار نقل کئے جاتے ہیں۔(۳۲)

قصه شنیدم که بوالعلا به همه عمر
لحم نخورد و ذوات لحم نیا زرد
در مرضِ موت باجازۂ دستور
خادم اوجوجه با به محضر او بُرد
خواجه چو آن طیر کشته دید برابر
اشك تحسّر ز هر دو دیده بیفشرد
گفت: چرا ماکیان نشدی شیر
تانتواند کَست به خون کشید و خورد
مرگ برای ضعیف امرِ طبیعی است
هر قوی اوّل ضعیف گشت و سپس مرد
☆☆☆
داد معشوقه به عاشق پیغام
که کند مارِ تو بامن جنگ
نشوم یکدل و یکرنگ ترا
تا نسازی دلِ او خون رنگ

حرمتِ مادری از یاد ببرد
خیره از باده و دیوانه زبنگ
رفت و مادر را افگند به خاك
سینه بدرید و دل آورد به چنگ

☆☆☆

دید کز آن دلِ آغشته به خون
آید آهسته برون این آهنگ
آه دستِ پسرم یافت خراش
آه پای پسرم خورد به سنگ (۳۳)

علی اکبر دھخدا (۔۱۳۳۴ش) جو ایرانی سیاسی مطبوعات میں پہلا نام شمار کیے جاتے ہیں، دخو، خرمگس، سگ حسن دله، غلام گدا، دخوعلی اور روزنومہ چی............ کے قلمی ناموں سے طنز آمیز مقالات ''چرند پرند'' کالم کے عنوان سے لکھتے رہے ہیں اور قدیم روایتی قالب میں جدید موضوعات کی شاعری بھی کی ہے:

ای مردم آزاده کجایید کجا یید
آزادگی افسرد بیایید بیایید
باچاره گری و خرد خویش به هر درد
بر مشرق رنجور دوایید و شفایید (۳۴)

ادیب نیشاپوری (۔۱۳۴۴ش)، سید اشرف الدین نسیم شمال (۔۱۳۱۳ش)، عارف قزدینی (۔۱۳۵۲ھ ق)، میرزادہ عشقی (۔۱۳۰۳ش) بھی اپنی طنزیہ انقلابی شاعری اور تنقید کی وجہ سے مشہور ہیں۔ فرخی یزدی (۔۱۳۱۸ش) اپنی طنزیہ شاعری کی وجہ سے جیل میں بند ہوا، اس کے ہونٹ سی دیئے گئے اور آخرکار جیل میں قتل ہوگیا۔(۳۵) فریدون تولّلی (۔۱۲۹۸ش) کا درج ذیل قطعہ جس میں اس نے ایک شیخ صاحب کا ریل گاڑی میں دو خوبصورت لڑکیوں کے

کپڑے (دوپٹے) اپنی شلوار میں چھپانے اور انسپکٹر کو از خود بتانے کا واقعہ نظم بند کیا ہے۔ طنز لطیف کی عمدہ مثال ہے:

دوش دیدم که در ترن شیخی
هم سفر با دو دخترِ زیباست
آن دو دختر به شیخنا گفتند
در دل ما هزار شور بپاست
چند تا روسری که قاچاق است
در همین جامه دان به همرهِ ماست
گر شود جامع دانِ تفتیش
هر یك از ما درین سفر رسواست
بهر پنهان نمود نش اینك
هست ما راء بحضرتت درخواست
روسری را ازان دوتا بگرفت
گفت: امید ما به لطفِ خداست
توی شلوارِ خود نهاد و نشست
وحشت از بین دختران برخاست
بازرس گفت کردنِ تفتیش
از وجودی چنان شما بی جاست
جنس ممنوعه ای اگر دارید
خود بگویید بی کم و کاست
گفت آن شیخ ساده دل به جواب
که نگویم سخن به غیر از راست

من ندارم خویشتن جنسی
به خدائی که قادر و یکتاست
لیک اندر درونِ شلوارم
هست جنسی که مالِ خانمِ ماست (۳۶)

شاعرات میں سے فروغ فرخداد (۔۱۳۴۵ھ ش) سیمین بہبہانی اور پروین اعتصامی (۔۱۳۲۰اش) کے ہاں معاشرتی طنز خصوصاً ''مرد معاشرہ'' پر طنزیہ اشعار ملتے ہیں۔ پروین اعتصامی نے اپنے ازدواج کی ناکامی پر جو قطعہ لکھا ہے بہت زیادہ تاثیر کا حامل ہے:

ای گل تُو ز جمیعت گلزار چه دیدی
جز سرزنش و بدسری خار چه دیدی
ای لعلِ دل افروز تو با این همه پرتو
جز مشتری سفله به بازار چه دیدی
رفتی به چمن لیک قفس گشت نصیب
غیر از قفس ای مرغِ گرفتار چه دیدی (۳۷)

موجودہ دور میں تہران یونیورسٹی کے اساتذہ ڈاکٹر مظاہر مصفا اور ڈاکٹر شفیعی کدکنی کے ہاں بہترین طنزیہ اشعار ملتے ہیں۔ شفیعی کدکنی کی ایک نظم ''سفر بخیر'' کا تاثر ملاحظہ ہو:

به کجا چنین شتابان
گوَن از نسیم پر سید
دلِ من گرفته زین جا
هوسِ سفر نداری
زغبارِ این بیابان
همه آرزویم امّا
چکنم که بسته پایم

به کجا چنین شتابان

به هر آن کجا که باشد، به جز این سراسرایم

سفرت بخیر اما، تو و دوستی خدا

چو از این کویر وحشت به سلامتی گذشتی

به شگوفه ها، به باران

برسان سلامِ مارا (۳۸)

معاصر افسانہ نگاروں میں سے سید محمد علی جمالزادہ (۔۱۳۵۹ق) کے ہاں زبان و بیان کے لحاظ سے خوبصورت طنز موجود ہے:

''رمضان مادر مرده که از فارسی شیرین جناب شیخ یك کلمه سرش نشد، مثل آن بود که گمان کرده باشد که آقا شیخ با اجنه و از ما بهتران حرف می زند یا مشغولِ ذکر اور ادوعز ایم است۔''(۳۹)

صادق ھدایت (۱۲۸۰۔۱۳۳۰ھ) نے معاشرتی نظام اور اقدار کو طنز کا نشانہ بنایا ہے۔(۴۰):

آشیخ: خانم بخشید اگر این قضیه مولمه را به شما یاد آوری می کنم، ولی پنج تو مان از مخارج کم آمده، صورت حسابش حاضراست، مزدِ گورکن به زمین مانده''(۴۱)

اسی طرح بزرگ علوی، صادق چوبک، محمود دولت آبادی، سیمن دانشور، جلال آلِ احمد، منیر ورانی پور اور اسماعیل فصیح کے ناولوں اور افسانوں میں معاشرتی اور نفسیاتی طنز کے اعلیٰ نمونے نظر آتے ہیں۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ معاصر فارسی ادب میں طنز ہجو گوئی اور فحش نگاری کی راہ سے ہٹ گئی ہے اور اس میں متانت، سنجیدگی اور اصلاح کے پہلو نمایاں ہیں۔

☆☆☆☆

حواشی و حوالہ جات

۱۔ یزدانی، ڈاکٹر خواجہ عبدالحمید، فارسی شاعری میں طنز و مزاح (از آغاز تا حافظ)، نگارشات لاہور ۱۹۸۹ء (اس مقالہ کے اولین حصہ میں کتاب مذکور کے بیشتر مضامین سے استفادہ کیا گیا ہے)

۲۔ سعید نفیسی، محیط زندگی و احوال و اشعارِ رودکی، تہران ۱۳۴۱ش صص ۵۰۲۔۵۱۷؛ یزدانی، ص:۴۲

۳۔ رودکی سمرقندی، دیوان کامل رودکی، بہ تصحیح و مقدمہ اسماعیل شاهرودی، انتشارات فخر رازی، تہران، ۱۳۷۲ش، ص ۳۵

۴۔ ایضاً، ص ۴۹

۵۔ یزدانی، صص ۵۰۔۵۱

۶۔ ایضاً، ص ۵۷

۷۔ فردوسی، ابوالقاسم منصور بن حسن، شاهنامہ، ج ۴، کانپور ۱۳۲۷ق، ص ۲۲۲

۸۔ رجوع شود: شیرانی، حافظ محمود شیرانی، درشناخت فردوسی، مترجم دکتر شاهد چوهدری، تہران ۱۳۲۹، صص ۱۰۱۔۱۳۵

۹۔ فردوسی، ج ۱، صص ۲۳۔۲۴؛ فردوسی، شاهنامہ بہ تصحیح ژول مل، تہران ۱۳۸۰ش، صص ۱۰۲۔۱۰۵

۱۰۔ دولت شاہ سمرقندی، تذکرہ الشعرا، بہ ہمت محمد رمضانی، تہران ۱۳۳۸ش، صص ۴۵۔۴۸

۱۱۔ ایضاً، صص ۳۶۔۳۸

۱۲۔ ایضاً، صص ۳۴۔۳۵

۱۳۔ مسعود سعد سلمان، دیوان، با مقدمہ رسید یاسمی، تہران ۱۳۷۴ش، ص ۴۰۲

۱۴۔ ایضاً، ۴۰۴۔۴۰۵

۱۵۔ مهستی گنجوی (خجندی) اشعار منتخب، تاجکستان ۱۹۹۲ء، ص ۸۷

۱۶۔ ایضاً، ص ۱۹
۱۷۔ ایضاً، ص ۳۹
۱۸۔ ایضاً، ص ۱۳
۱۹۔ مولوی، جلال الدین بلخی، مثنوی معنوی، مقدمہ رینولد نیکلسون، تہران ۱۳۷۴ش، دفتر دوم، ص ۲۶۵
۲۰۔ سعدی شیرازی، گلستان، بہ تصحیح غلام حسین یوسفی، تہران ۱۳۷۴ش، ص ۱۳۲
۲۱۔ ایضاً، ص ۱۳۶
۲۲۔ سعدی شیرازی، بوستان، بہ تصحیح غلام حسین یوسفی، تہران ۱۳۷۲ش، ص ۱۲۰
۲۳۔ ایضاً، ص ۱۲۹
۲۴۔ ایضاً، ص ۱۳۶
۲۵۔ حافظ شیرازی، دیوان حافظ، بکوشش خلیل خطیب رہبر، تہران ۱۳۷۵ش، ص ۲۱۵
۲۶۔ ایضاً، ص ۲۷۰
۲۷۔ رجوع شود: عبید زاکانی، کلیات عبید زاکانی، بہ تصحیح و مقدمہ عباس اقبال آشتیانی، تہران ۱۳۳۴ش (مقدمہ)
۲۸۔ رجوع شود: آرزو، سراج الدین علی خان، تنبیہہ الغافلین، بہ تصحیح سید محمد اکرم، لاہور ۱۴۰۱ق (مقدمہ)
۲۹۔ جعفر یاحقی، دکتر محمد، چون سبوی تشنہ، تہران ۱۳۷۵، صص ۱۳۔۱۴
۳۰۔ ایضاً، ص ۲۷
۳۱۔ آرین پور، یحییٰ، از صبا تا نیما، ج ۲، تہران ۱۳۷۵ش، صص ۱۲۲۔۱۳۷
۳۲۔ ایضاً، ص ۳۸۳
۳۳۔ ایرج میرزا، کلیات دیوان، تہران ۱۳۲۲ش
۳۴۔ آرین پور، صص ۷۷۔۱۰۵
۳۵۔ ایضاً، صفحات متعدد: شبلی، محمد صدیق خان، فارسی ادب کی مختصر ترین تاریخ، لاہور ۱۹۹۶، صص ۱۳۴۔۱۴۸
۳۶۔ یزدانی، صص ۶۷۰۔۶۷۱

۳۷۔ پروین اعتصامی، دیوان کامل پروین اعتصامی؛ مقدمہ ملک الشعرا بہار، انتشارات پیری، تہران ۱۳۷۴ش، ص ۶۵۵

۳۸۔ جعفر یاحقی، صص ۱۴۴۔۱۴۵

۳۹۔ رھنما، دکتر تورج، داستان نویسان امروز ایران، تہران ۱۳۶۳ش، ص ۱۴

۴۰۔ بہارلو، محمد، مجموعہ آثار صادق ھدایت، تہران ۱۳۷۲ش پیشگفتار

۴۱۔ ایضاً، ص ۹۲